

صراحی روتی اٹھی جام اشک بار اٹھا
پھر آج نئے کدے سے ایک بادہ خوار اٹھا

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
حضرت مولانا عبداللہ صاحب کا پوروی رحمہ اللہ

از:

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری ادام اللہ فیوضہ علینا
تعزیتی خطاب
جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈا بھیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الانبياء و
المرسلين، سيدنا وحبيبنا وشفيعنا، محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد
فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحيم : مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ
صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهُ عَلَيْهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَةً وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ، وَمَا بَدَلُوا

تَبَدِّلِنَّا [الأحزاب: ٣٣]

تواضع وانکاری:

حضرت اقدس مولانا عبد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے متعلق کیا عرض کروں؟ مجھے عموماً
باتیں یاد نہیں رہتیں، بھول جاتا ہوں، پہلے تو میں لصحیح کرلوں، مولانا عبد القیوم صاحب نے
شروع میں حضرت سے اپنے تعلق کے قائم ہونے کی بات کہی، اس سال حضرت رمضان
گزارنے کی نیت سے یہاں (ڈا بھیل) تشریف لائے تھے، یہ آپ کی بڑی تواضع اور
انکساری کی بات تھی کہ ایک ایسے آدمی کے پاس استفادہ کی غرض سے آنا جو آپ کے شاگردوں
اور تلامذہ کے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے، اس دور میں کوئی معمولی چیز نہیں ہے، اور اس سال میں
عمرہ میں نہیں گیا تھا، بلکہ دو راںِ رمضان دوسرے عشرہ میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب
گنگوہی کی خدمت میں دیوبند گیا تھا، اس وقت میں نے حضرت سے درخواست کی تھی کہ آپ
اس سلسلہ کو یہاں جاری رکھیں۔

انتظامی صلاحیت: عظیم خوبی:

بہر حال! حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی عظیم صفات

سے نوازا تھا، سب سے بڑی خوبی آپ کی انتظامی صلاحیتیں تھیں، حضرت جب یہاں (ڈا بھیل) سے ترکیسیر تشریف لے گئے اور وہاں آپ کا تقرر ہوا، اس وقت ترکیسیر میں مند اہتمام پر حضرت مولانا غلام محمد صاحب تھے۔ حضرت کو بحیثیت مدرس کے وہاں دعوت دی گئی تھی، کچھ مدت کے بعد وہاں کے ذمہ داروں نے یہ محسوس کیا کہ اگر ہم اہتمام اور نظامت کی ذمہ داری حضرت کے حوالہ کریں تو فائدہ ہو گا۔ ادھر حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ کے مزاج میں کچھ سختی بھی تھی۔ لہذا ذمہ داروں نے حضرت کو وہاں کا مہتمم بنایا، اور اُس وقت فلاح دارین کا جو درجہ اور مقام تھا، وہاں سے حضرت نے اس کو اپنی انتظامی صلاحیت سے اُس مقام تک پہنچایا، جہاں آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ سب حضرت کی انتظامی صلاحیتوں کا صدقہ ہے، حضرت نے اپنے خون سے اس دارالعلوم کو سینچا ہے۔ مدرسین کے انتخاب کے لیے بھی بڑے بڑے سفر کیے، حضرت مولانا سید ذوالفقار صاحب نوراللہ مرقدہ کے تقرر کے سلسلہ میں مجھے خوب یاد ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں میرا پہلا سال تھا، حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ تشریف لائے تھے، اور ہمارے ہی کمرہ (کمرہ نمبر ۲۶) میں حضرت نے حضرت مولانا ذوالفقار صاحبؒ کو بلا یا اور وہیں ان کا تقرر ہوا تھا۔ اسی طرح اور بھی حضرات مدرسین کے انتخاب کے لیے باقاعدہ دور دور کے اسفار کرنا اور مدرسہ کے نظم و انتظام کو حسن و خوبی سنبھالنا حضرت کا ایک امتیازی وصف تھا۔

پورے ملک کا نظام حپلا سکتے ہیں:

حضرت کے ہاں ہر چیز میں خاص اصول پر عمل کیا جاتا تھا۔ تعلیم کے معاملہ میں تو تھا ہی، اسی طرح طلبہ کی رہائش کے سلسلہ میں، ان کے کمروں کی نظافت اور صفائی کے سلسلے

میں، آج بھی حضرت کے قائم کردہ بہت سارے اصول دار العلوم فلاح دارین میں برترے جا رہے ہیں، اور انہی اصول پر آج بھی وہ مدرسہ اپنی شان قائم کیے ہوئے ہے۔ حضرت کی اس انتظامی صلاحیت سے متعلق حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی نوراللہ مرقدہ کی زبانی میں نے دو مرتبہ یہ بات سنی کہ ”مولانا کو اللہ نے ایسی انتظامی صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ پورے ملک کا نظام بہتر سے بہتر طریقہ سے چلا سکتے ہیں، ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔“ حضرت قاری صاحبؒ، حضرت مولانا کی اس انتظامی صلاحیت کے بہت زیادہ قائل تھے۔ اور اسی لیے حضرت ان سے بڑی محبت بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اس طرح اداروں کے نظم و انتظام کو سنن جانا اور اس کو ترقی کی معراج تک پہنچانا معمولی چیز نہیں ہے، بہت بڑے دل گردے کا کام ہے، اس کے لیے آدمی کو اپنا خون جلانا پڑتا ہے، بڑی محنت کرنی پڑتی ہے، اس کے بعد یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ حضرت مولانا نے واقعۃ بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اور ایسا نہیں کہ وہاں بیٹھے بیٹھائے یہ سب چیزیں حاصل ہو گئیں، حضرت نے بڑی تکالیف اور مشقتیں برداشت کی ہیں، اس راستہ میں حضرات منتظمین کو جو مسائل درپیش ہوتے ہیں، اور جو مخالفتیں ہوتی ہیں وہ تمام حضرتؒ کو بھی برداشت کرنی پڑیں۔

..... اور مولانا مان گئے:

ایک موقعہ پر ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحب نوراللہ مرقدہ کاڈا بھیل میں آئٹھ۔
دس روز قیام تھا اور اسی قیام کے دوران جیسا کہ حضرت کا معمول تھا دیگر مدارس (راندیر، ترکیسر، بھروچ وغیرہ) میں تشریف لے گئے۔ اسی زمانہ میں ترکیسر میں کچھ ایسے حالات پیش آئے تھے کہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحبؒ نے استعفاء دے دیا تھا، وہ استعفاء قبول

نہیں کیا گیا تھا، لیکن مولانا نے یہ طے کر لیا تھا کہ میں یہاں سے نکل جاؤں گا، چنانچہ ہم تر کیسر گئے اور وہاں حضرت نے مولانا کو تہائی میں بلا کر حالات سنے اور ایک جملہ کہا، حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ اپنے خاص لوگوں کے سامنے بار بار اس جملے کو دہرا یا کرتے تھے، بڑا عجیب جملہ تھا فرمایا کہ ”مولوی صاحب! ہمارے بزرگوں نے بڑی قربانیوں سے اور بڑی تکلیفیں اٹھا کر یہ ادارے قائم کیے ہیں، کیا ہماری قسمت میں ان کا اجاڑنا ہی تھا؟“ اس جملے کے بعد حضرت مولانا نے سارے حالات کے باوجود اپنا ارادہ ختم کر دیا۔ اس واقعہ کو سنانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ حضرات ایسی قربانیاں دے کر ان اداروں کو باب علوتک پہنچاتے ہیں، ان کے متعلق لوگ غلط فہمی میں بتلارہتے ہیں کہ مند پر بیٹھے بیٹھے انہوں نے آرام سے کام کیا ہوگا۔ نہیں! وہ کیسی کیسی قربانیاں دیتے ہیں ان کا دل جانتا ہے، بہر حال حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں عطا فرمائی تھیں، ان میں سب سے نمایاں خوبی اعلیٰ درج کی انتظامی صلاحیت تھی، اس سلسلہ میں حضرت اہل مدارس کو مشورہ بھی دیا کرتے تھے۔ اور اسی درد کا نتیجہ تھا کہ فلاج دارین سے براہ راست تعلق کے ختم ہونے کو آج سالہا سال ہو جانے کے باوجود حضرت کا مزاج یہ تھا کہ از راہِ خیر خواہی تمام مدارس کے اہل علم کے روپے رو مختلف مواقع پر اپنے درود کو بڑے سوز کے ساتھ پیش کیا کرتے تھے۔ آج ایسا شخص ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے جانے سے اس نوع (مدارس کے حالات کا درد اور گڑھن) کا بھی ایک بڑا خلاواقع ہوا ہے، ایسے افراد دنیا میں بہت کم ہو اکرتے ہیں۔

۶ آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے:

حضرت کے دل میں عجیب و غریب گڑھن تھی، آج سے ایک سال یا دو سال قبل کھروڈ میں سب کو بلا یا تھا، میں سوچتا تھا کہ حضرت نے کیوں بلا یا ہے؟ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضرت کو صرف اہل علم کا غم تھا، حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ جب بھی کوئی نئی کتاب آتی تو اہل علم کو اس سے آگاہ کرتے، اگر اس کے نسخے زیادہ ہوتے تو اہل علم کی خدمت میں بھجواتے کہ آپ اس کا مطالعہ کیجیے، لیکن آج ہمارے مدارس اور اہل علم کے طبقے پر جو سرد مہری چھائی ہوئی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت کی اتنی عنایتوں اور شفقتوں کے باوجود جن کے پاس کتابیں بھیجی جاتی تھیں، وہ پڑھتے تو کیا، یہ اطلاع بھی نہیں دیتے تھے کہ آپ کی فلاں کتاب ملی۔ حضرت کو اس کا بڑا درد تھا، چنانچہ اسی درد کے اظہار کے لیے حضرت نے کھروڈ میں گجرات کے تمام مدارس کے علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنے درد کا اظہار کیا۔

کچھ تو ہے جس کی پرودہ داری ہے:

واقعہ یہ ہے کہ اس علمی انحطاط کے زمانہ میں، انحطاط کے اسباب کو پرکھنا اور اس کو دور کرنے کی کوشش کرنا، معمولی بات نہیں ہے، ورنہ ایسے موقع پر آدمی نا امید اور مایوس ہو کر کہہ دیتا ہے کہ جاویں جہنم میں مجھے کیا ہے! لیکن نہیں۔ صاحبزادہ مولانا اسماعیل صاحب اور ان کے بھائی حافظ قاسم سنار ہے تھے کہ ایسی بیماری اور سخت تکلیف جوان کے لیے ناقابل برداشت تھی، اس کے باوجود اخیر تک یہ فکر تھا کہ فلاں مدرسہ میں فون کر کے پوچھو کہ تعلیم شروع ہوئی یا نہیں؟ فلاں جگہ فون کر کے پوچھو کہ تعلیم شروع ہوئی یا نہیں؟ ایسی بیماری میں جو تکلیف ہوتی ہے، وہ تصور سے باہر ہے، حضرت ایسی تکلیف میں بھی بھی کہاں اور کبھی

وہاں بے چینی میں وقت گزارتے تھے، اور گھروالوں سے کہتے تھے کہ یہاں لے جاؤ، وہاں لے جاؤ! بہر حال میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی حالت میں بھی مدارس پر نگاہ رکھنا اور ان کا خیال رکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ اسی آدمی کا کام ہو سکتا ہے جس کے دل میں یہ چیز سمائی ہوئی ہو۔ آج ہم لوگوں کی ایک ایسے سرپرست، محسن اور مشفق سے محرومی ہوئی ہے جو ان صفات کا مالک تھا۔ پتہ نہیں آئندہ ایسے لوگ میسر ہوتے ہیں یا نہیں.....؟.....؟

مع المحبرة إلى المقبرة:

بہر حال حضرت کی خوبیوں میں سے ایک خوبی کتابوں کا شوق ہے۔ بعض حضرات انتظامی امور میں اعلیٰ درجے پر ہوتے ہیں، لیکن ان کا علمی و کتابی مطالعہ کا ذوق اتنا بلند نہیں ہوتا، لیکن حضرت کے اندر علمی ذوق بھی بڑا عجیب و غریب تھا۔ آپ کے پاس کوئی کتاب آئے اور آپ اس کا مطالعہ نہ کریں، یہ ہونہیں سکتا۔ اور مطالعہ کرنے کے بعد اس میں کوئی خوبی کی چیز نظر آتی، توجو بھی اہل علم آپ کی ملاقات کے لیے جاتے، ان کے سامنے اس کتاب کی خوبی، اس میں فلاں مضمون اور فلاں موضوع پر بہت بہترین بات، ان تمام چیزوں کا تذکرہ فرماتے۔ گویا اس طرح ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ یہ آپ کا خاص مزاج تھا۔ بلکہ آخر زمانے میں تو بہت سی کتابیں آپ نے اپنی جیب خاص سے منگوائیں اور اہل علم کی خدمت میں پیش کیں اور اس سے بڑی کیاپات ہو گی کہ اپنا پورا کتب خانہ وقف کر دیا۔

کسی بھی بڑے اور بالخصوص وہ عالم جس کا مزارج علمی ہو، اس کو اپنے کتب خانہ اور کتابوں سے جو محبت ہوتی ہے، وہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ وہ تو اس کتاب کا ایک ورق بھی کہیں جائے اس کو گوارا نہیں کر سکتا، لیکن آپ نے اپنے پورے کتب خانہ کو اہل علم کے لیے

وقف کر دیا کہ سب لوگ آکر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ کھروڈ میں مستقل عمارت بنائی اور آپ کی ساری کتابیں وہاں بھجوائیں، یہ بھی آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

کم یاب خوبی:

آپ کی ایک خوبی ہر ایک کی خبر گیری کرنا تھی۔ کسی کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ بیمار ہے، یا اس کو کچھ حالات پیش آئے ہیں، تو جب تک اس کے متعلق اطمینان نہ ہو جائے، اور وہ بیماری سے شفایا ب نہ ہو جائے، تب تک برابر اس کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، پوچھا کرتے تھے کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ اور اس سلسلے میں اپنی طرف سے جو تعاون کر سکتے، اس میں ذرہ برابر آپ کی طرف سے کمی اور کوتاہی نہیں ہوا کرتی تھی۔ یہ بھی آپ کی ایک ایسی خوبی تھی جو آج کل بہت کم پائی جاتی ہے۔

سب ہی میرے ہیں:

اس زمانہ کے اعتبار سے سب سے بڑی خوبی ”عدم تعصب“ تھی، یہ تعصب کا زمانہ ہے، لوگ اس کو اپنی خوبی سمجھتے ہیں۔ میں اگر یہاں جامعہ ڈاہیل کی مسجد میں بیٹھ کر کسی دوسرے مدرسہ کی خوبی بیان کروں، تو یہاں بیٹھنے والا بڑا طبقہ اس کو گوارا نہیں کرے گا، تجھے یہاں جامعہ ڈاہیل کی مسجد میں بیٹھ کر اس مدرسہ کی تعریف کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ ایک ایسا مزاج بنتا جا رہا ہے، مدارس میں آپس میں تعصب۔ اور تصوف کے سلسلوں میں آپس میں تعصب، ایک سلسلہ کے شیخ کے مختلف مجازین اور خلفاء میں آپس میں تعصب ہے، ہر چیز میں تعصب۔ اور جو جتنا زیادہ اس تعصب کا اظہار کرے، وہ بعض لوگوں کے نزدیک زیادہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو اس سے دور رکھے، وہ سب کی نگاہوں میں

معیوب رہتا ہے۔

تو، ہی ناداں.....:

ہمارے حضرتؒ کے مزاج کو میں نے دیکھا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ اختلافات تو ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اختلافات کے موقع پر جس سے اختلاف ہواں کی خوبی کا اقرار اور تصدیق ہونی چاہیے کہ فلاں کے اندر یہ خوبی ہے، فلاں کے اندر یہ خوبی ہے۔ ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ ہمیشہ شکایت کرتے تھے کہ آج یہ زمانہ آگیا کہ آپس کے اختلافات کی وجہ سے سامنے والے کی خوبیوں کا انکار کیا جاتا ہے، بلکہ اس کے خلاف اس پر اذامات اور تمہتیں لگائی جاتی ہیں، اور حضرت ایسی چیزوں کو پسند نہیں کرتے تھے اور ایسے تعصباً کو کسی حال میں روانہ نہیں رکھتے تھے۔ دارالعلوم میں اختلاف ہوا، دارالعلوم کے دو حصے ہوئے، منظاہر کے دو حصے ہوئے، میں جب حضرت کی خدمت میں دیوبند جاتا تھا، تو میری عادت تھی کہ وہاں کے قیام کے دوران کہیں بھی جانا ہو، تو حضرت کی اجازت لے کر جاتا تھا، مجھے قبرستان قائمی جانا ہوتا، تو حضرت سے اجازت لیتا تھا کہ حضرت آج میں فخر کے بعد فلاں قبرستان جاؤں گا۔ پھر میرے اساتذہ اور وہاں کے بڑوں کی ملاقات کرنی ہوتی، تو اجازت لے لیتا کہ میں آج وہاں جاؤں گا، تو حضرت مجھے تاکید فرماتے تھے کہ مولانا سالم صاحبؒ کی ملاقات کر لینا اور پوچھتے بھی تھے کہ ملاقات کی یا نہیں؟ اگر دیوبند میں پانچ چھروز کا قیام ہوتا تو ایک دن کے لیے سہارنپور جاتا تھا، جب سہارنپور سے واپس آتا، تو حضرت مجھ سے پوچھتے کہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ سے ملاقات کی یا نہیں؟ تو میں کہتا کہ جی کر کے آیا، تو خوش ہوتے تھے۔ بہر حال! یہ ہمارے حضرت کا خاص مزاج تھا۔ آج کل یہ

عصیت جو اہل علم کے طبقہ میں جڑ پکڑ چکی ہے اور جس نے ان کے افادات کے سلسلہ کو متاثر کر دیا ہے، بہت خطرناک چیز ہے۔ الحمد للہ! حضرت مولانا کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کے مزاج میں ذرہ برابر بھی تعصباً نہیں تھا۔ ہر ایک کے ساتھ بڑی فراخ دلی اور وسعت ظرفی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ کسی بھی ادارے سے تعلق رکھنے والا ہو، ڈا بھیل، راندیر، کنٹھاریہ، کہیں کا بھی ہو، آپ کے ہاں کوئی تفریق نہیں تھی، ہر ایک کے ساتھ بڑی گرم جوشی اور محبت و شفقت سے پیش آتے تھے، اور یہ وہ چیز ہے جو علم اور اہل علم کو آپس میں جوڑتی ہے۔

علم ایک وحدت ہے:

بھائی! علم تو ایک وحدت ہے، ایک یونٹ (Unit) ہے۔ ہم ڈا بھیل میں ہیں، کوئی راندیر میں، کوئی ترکیسر میں، کوئی کنٹھاریہ میں، تو اس کی وجہ سے یہ وحدت ختم نہیں ہوتی، چیز ایک ہی ہے، جیسے نور ہوتا ہے، چار چراغ جلا و، دس چراغ جلا و، تو آپ کو فضای میں ان چار یا دس چراغوں کی روشنی میں کوئی فرق نہیں دکھے گا، پوری فضاروش معلوم ہو گی، کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ روشنی خاص فلاں چراغ کی وجہ سے ہے، نہیں! ہمارے اہل علم کا معاملہ اسی طرح ہونا چاہیے۔

کلماتِ تعزیت اور دعاؤں کی سوغات:

بہر حال! آپ کی خوبیاں، آپ پر لکھنے والے ان شاء اللہ لکھیں گے، میں نے تو اس وقت، وقتی طور پر میرے ذہن میں جودو چار باتیں آئیں، وہ میں نے عرض کی ہیں۔ ان سب کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی ان سب خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی

کوشش کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کی وفات سے، ہمارے گجرات اور پورے ہندوستان بلکہ پورے عالم میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اپنے فضل سے اس کو پر فرمائے اور حضرت نے اپنی زندگی میں اہل علم اور اہل مدارس کے ساتھ جو محبت اور شفقت کے معاملات کیے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ آخرت میں عطا فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اور آپ کی حقیقی خوبیاں تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور وہی اس کا بدلہ دینے والا ہے، ہم تو اس موقع پر خود بھی تعزیت اور تسلی کے محتاج ہیں، اور آپ کے خاندان کے جو افراد یہاں موجود ہیں، آپ کے صاحبزادے، پوتے، ہم ان کے واسطے سے پورے خاندان تک تسلی کے الفاظ پہنچاتے ہیں۔ واقعۃ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خوبیاں عطا فرمائی تھیں، آپ کے لوگ بڑے سعادت مند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا باپ اور دادا نصیب فرمایا، اور آپ کے جانے سے جو کچھ بھی کمی آئی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو پوری فرمائے، دل سے دعا کریں، اور آج جو کچھ ابھی پڑھا ہے، اس کا ثواب بھی حضرت کی روح کو پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی راہ پر پورے اخلاص اور استقامت کے ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

دعا

سُبْحَانَكَ اللَّهُ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارُكْ أَسْمَكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ
 غَيْرُكَ، اللَّهُمَّ صَلُّ وَسِلُّ وَبَارُكْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا
 وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتُرْضِي، بَعْدَ مَا تُحِبُّ وَتُرْضِي، رَبَّنَا ظَلَمْنَا آنفُسَنَا،
 وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَا مِنَ الْخَسِيرِينَ، رَبَّنَا أَتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي
 الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قَرْةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا
 لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا.

اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرم۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرم۔ تیری
 مرضیات پر زیادہ سے زیادہ چلا کر تیری نام مرضیات سے پوری پوری حفاظت فرم۔ اے اللہ!
 حضرت مولانا کی نسبت سے یہ مجلس منعقد کی گئی تھی، حضرت مولانا کی روح کو اپنی رحمت و
 مغفرت میں ڈھانپ لے، ہم سب کی طرف سے ان کو بہترین جزاۓ خیر عطا فرم۔ کروٹ
 کروٹ جنت نصیب فرم۔ اے اللہ! ان پر اپنا خصوصی فضل فرم، ان کی قبر کو جنت کا با غیچہ بنا
 ان کے مراتب کو بلند فرم۔ اے اللہ! ان کی حسنات کو قبول فرم، ان کی سیمات سے درگزر
 فرم، پوری زندگی انہوں نے اپنی ہر ہر چیز کو مدارس، طلبہ اور اہل علم کے لیے قربان کیا ہے،
 اے اللہ! ان کی اس قربانی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرم، ان کے ہمارے درمیان
 اٹھ جانے سے جو کچھ خلا اور کمی واقع ہوئی ہے، اپنے فضل سے اس کی تلافی فرم، ہم سب کو
 صبرا اور اجر عطا فرم۔ خاص کر کے حضرت کے پسمندگان اور اہل خاندان کو صبر جمیل اور
 اجر جزیل سے نواز دے۔ اے اللہ! ان پر اپنا خصوصی فضل فرمادے۔ اے اللہ! اہل

مدارس کے ساتھ حضرت نے جو احسان کیا تھا، اس کا اہل مدارس کی جانب سے ان کو اپنی شایانِ شان بہترین بدله عطا فرم۔ ان کے درجات کو زیادہ سے زیادہ بلند فرم۔ ہمارے آکابر جو دنیا سے تشریف لے جا چکے، ان کے جماعت اور زمرہ میں ان کو بھی مقبول مقام عطا فرم۔ اپنے فضل کا معاملہ فرم۔ ہم سب سے راضی ہو جا، ہم سب پر اپنا خصوصی فضل فرم۔ ہر قسم کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرم، ان کے وجود سے جو فتنے اٹکے ہوئے تھے، ان سے آئندہ بھی ہماری حفاظت فرم اور ان کی برکت سے جن برکات سے تو نے ہم کو نوازا تھا، ان برکات کے سلسلے کو چاری و ساری فرم۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا • إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَثُبَّ عَلَيْنَا • إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ۔
صل اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ، سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔
برحمتك يا ارحم الراحمين.